

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اندازِ شہادت نہیں نصابِ شہادت!

اہل حدیث و سنت کا بیچ فکر

دورِ حاضر کا ایک بہت بڑا فتنہ مغربی سیاست کے تسلط کے باعث ذہنی مرعوبیت بلکہ ذہنی غلامی کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی معروف اسلامی فکر کا ٹکراؤ مغرب کے فریب خوردہ ذہن سے ہوتا ہے تو کوشش یہ کی جاتی ہے کہ کسی طرح اسلامی نقطہ نظر کی ہم آہنگی مغربی نظریات سے تلاش کی جائے جس کے باعث نہ صرف تاویل والحاد کا دروازہ کھل جاتا ہے بلکہ اصل اسلامی فکر پس پردہ چلا جاتا ہے اور ایک بالکل غلط نظریہ اسلام سے منسوب ہو کر اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس خطرناک صورتِ حال سے بچنے کا واحد ذریعہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تمسک اور آپ کے اقوال و فرائض کو مشعلِ راہ بنانا ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو خوارج سے گفتگو کرنے کے لیے بھیجا تو انہیں یہ نصیحت فرمائی کہ دلائل میں سنت و حدیث سے نہ یادہ کام لینا کیونکہ قرآن مجید مجمل ہونے کی بنا پر زیادہ آسانی سے تاویل کا نشانہ بن جاتا ہے۔ (الکامل للمبرد کتاب الخوارج)

اسی طرح عباسی دور میں جب فلسفہ و تصوف نے عقل و معرفت کے نام پر عجبی افکار کو اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کی تو فقہائے محدثین نے سنتِ رسول اللہ صلی اللہ

فعالی علیہ وسلم، کا سہارا لے کر یہی تعبیر دین میں تاویل و انحراف کے دروازوں سے آمدہ بادِ سموم کا منہ موڑا۔ اگرچہ ان نظریات کے حاملین نے خود کو پُر فریب ناموں کی موسوم کیا، لیکن محدثین نے سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کتاب اللہ کی واحد اور دائمی تعبیر قرار دے کر ان کے فربہوں کا پردہ چاک کر دیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا، اسے آپ نے (وحی و الہام کی مدد سے) قرآن مجید ہی سے سمجھ کر بیان فرمایا ہے، جبکہ امام ابو عبیدہ قاسم بن سلام اپنی مشہور کتاب "الاموال" میں فرماتے ہیں:

”كَذَلِكَ شَرَفْنَا الْقُرْآنَ كُلَّمَا آتَيْنَا نَزْلًا جُمْلًا

حَتَّى فَتَسَرَّ بِهَا السُّنَّةُ؟“ (ص ۷۲۵)

کہ ”قرآن مجید کے سارے کے سارے مسائل کا نزول اجملاً ہوا ہے حتیٰ کہ اس کی تفصیل و تعبیر کا فریضہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انجام دیا ہے!“

حاصل یہ ہے کہ مسائل کے لیے صحیح نہج کتاب و سنت دونوں کو ملا کر اخذ و استنباط ہے نہ کہ دونوں سے علیحدہ علیحدہ استخراج!۔ کیونکہ اس طرح سے بسا اوقات باہمی تخالف و تضاد سامنے آتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے درمیان تفریق کا موسم ہوتا ہے۔ جبکہ تشریع میں صحیح فکر یہ ہے کہ:

”مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ“

”جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی!“

چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ گمراہ فرقوں کے مقابلہ میں دین و شریعت کو تاویل و تحریف سے بچانے والے وہی لوگ تھے جنہوں نے دین کی تشریح و تعبیر میں سنتِ رسول اللہ کو آخری اتھارٹی قرار دیا اور اسی بنیاد پر انہیں اہل سنت کے نام سے یاد کیا گیا کہ ان لوگوں نے دین میں نہ تو عقل و معرفت کے نام سے کبھی پیوند کاری کو قبول کیا اور نہ ہی تقدس و تبرک کے پردوں میں کسی متعین شخصیت یا گروہ کی تعبیر و ہدایت کا قلاب اپنے گلے میں ڈالا۔ گویا کتاب و سنت وہ عروۃ الوثقی ہیں جن کا باہمی انضمام نہیں اور ان دونوں کو عقلم کر چلنے ہی میں تمام فتنوں سے محفوظ رہنے کا راز پوشیدہ ہے۔ جبکہ اس کے برعکس

بڑے بڑے مجدد و اصلاح کے دعویٰ و وقت کی عبقری شخصیتیں ہونے کے باوجود حدیث و سنت کے حق میں معمولی سے تساہل کی بنا پر بڑے بڑے علمی اور فکری فتنوں کا شکار بن کر ہمیں ضلالت و گمراہی کی اتھاہ گہراہیوں میں اوندھے منہ گرے ہوئے نظر آتے ہیں۔
ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

کہ ”جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات سے انحراف کرتے ہیں انہیں اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ اس بنا پر وہ کبھی (خطرناک) فتنہ کا شکار نہ ہو جائیں یا مادہ (الشرب الخمر) کی طرف سے کبھی عذاب کی لپیٹ میں نہ آجائیں!“ — اعاذنا اللہ منہ وایاکم ولسائر المسلمین، آمین!

عورت کی شہادت کے بارے میں صحیح موقف؟

آدم برسرِ مطلب! — پاکستان میں مرد و زن کی فریبانہ مساوات کے علم سے جن لوگوں نے مسئلہ شہادت میں عورت کو مرد کے برابر حق دینے کے لیے یہ شوشہ چھوڑا ہے کہ قرآن مجید کی رو سے جب دو عورتوں کو ایک مرد کے قائم مقام بنایا گیا ہے تو:

”صحیح صورت وہی ہے . . . کہ دونوں میں سے شہادت تو ایک عورت دے گی، دوسری مذکورہ یاد دلانے والی ہوگی!“

(”الاعتصام“ ۱۸ مارچ ۱۹۸۳ء زیر عنوان ”عورت کی شہادت کا مسئلہ“)

— ہماری نظر میں وہ سنت کو نظر انداز کر کے صریحاً فتنے کا شکار ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ میں جن لوگوں کو دین و علم سے وابستگی نہیں ہے یا جن کا علمی حدود اربعہ لارڈ میکالے کے نظامِ تعلیم کے پروردہ ہونے کی بنا پر مستشرقین کی تعبیرات تک محدود ہے، ان کا قرآن مجید کی ایسی بے سرو پا تفسیر میں ٹامک گوتیاں مارنا تو سمجھ میں آتا ہے، لیکن کبھی عالمِ دین کا قرآن مجید کے نام پر حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف تفسیر کرنا حد درجہ افسوسناک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جائزہ کی حد تک ہم زیر بحث آیتِ شہادت

”رَأْسُ شَيْءٍ مِّنْ شَيْءٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ رَجُلًا مِّنْ رِّجَالِكُمْ فَاصْبِرْ لِمَا تُنْفِذُونَ مِنَ الْأَمْرِ إِنَّ تَحْقِيقَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ لَأَشَدُّ لَكُمْ مِنْ إِتْقَانِ الْبَنَاتِ وَأَمَّا الْفِتْنَةُ فَإِنَّهَا لَمِنْ أَوَّلَىٰ لَدُنْكُمْ وَأَن تَصْنَعُوا فِيهَا مِن شَيْءٍ قَدْ كَوِّنَ لَكُمْ أُحْثًا فَاصْبِرُوا أَوْ لَا تَصْنَعُوا فَعُوقُهُمْ فِي شَيْءٍ وَاحِدٍ وَاصْبِرُوا لِحُكْمِ رَبِّكُمْ وَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ وَلَئِن لَّمْ يَكُنِ الْأَمْرُ مِنْكُمْ لَئِنْ لَّمْ يَكُنْ مِنْكُمْ لَمَ الْيُسْرَىٰ وَسَوَاءٌ مَا يَصْنَعُونَ“

تین تفسیریں ذکر کر کے ان میں سے صحیح اور غلط کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں،

۱۔ ”گوای دینے والی تو ایک عورت ہوگی، دوسری مذکرہ ہوگی جو اس کو بغور سننے کی یا شہادت کے کئی حصہ کو بھولنے پر اطلاع دے گی!“

اس تفسیر سے مقصود یہ ہے کہ حقوق نسواں کے نام پر لاہور اور کراچی کی سڑکوں پر طوفان کھڑا کرنے والی باغی عورتوں کی اس غلط فہمی کا ازالہ کیا جاسکے کہ اسلام نے شہادت میں اللہ کو مردوں کے برابر حق نہیں دیا۔ (ابتداءً مذکورہ مضمون مخلصاً - الاعتصام ۱۸ سچ ۸۳ ر)

۲۔ ”دونوں مل کر ایک شہادت کو مکمل کریں گی!“

یعنی پہلی عورت کے شاہدہ ہونے کے باوجود اس کی شہادت ناقص ہے، جسے دوسری پورا کرے گی گویا ایک عورت کی شہادت، شہادت ہی نہیں ہے بلکہ دونوں عورتیں مل کر ایک شہادت کو مکمل کریں گی۔

یہ موقع اس وقت اختیار کیا گیا، جب ”محدث“ نے مذکورہ مضمون پر تبصرہ کیا اور اس کے جواب میں صفائی پیش کرنے کی کوشش کی گئی (ملاحظہ ہو مضمون ”مسئلہ شہادت اور مدیر محدث“ ہفت روزہ الاسلام گوجرانوالہ، مورخہ ۱۰ جون ۸۳ء)

ہفت روزہ ”تنظیم المحدث“ لاہور، مورخہ ۲۷ مئی ۸۳ء

ہفت روزہ ”المحدث“، جون ۸۳ء، ماہنامہ محدث جون ۸۳ء

۱۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ خود مدیر ”الاعتصام“ حضرت مولانا محمد عطار رائے صلی اللہ علیہ وسلم میں شائع ہونے والے اس آرٹیکل کے شائع ہونے سے ایک ماہ قبل اخبارات کو اپنا بیان جاری کر چکے تھے (جو ”الاعتصام“ ہی کی ۲۵ فروری ۸۳ء کی اشاعت میں بھی شامل ہوا) کہ خواتین کا یہ مظاہرہ نص قرآنی کے خلاف اور قرآن مجید سے بغاوت و انحراف ہے۔ مولانا نے واشگات الفاظ میں یہ اعلان فرمایا کہ ”دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے!“ اور یہ نص قرآنی ہے۔ لہذا ”الاعتصام“ میں اس مضمون کی بعد ازاں اشاعت سے یہ دھوکا نہ ہونا چاہیے کہ خدا نخواستہ ”الاعتصام“ کا اپنا موقف بھی صاحب مضمون کی تائید میں ہے۔

گویا یہ پہلے نقطہ نظر کے بعد دوسری انتہاء ہے کیونکہ پہلی تفسیر کا مقصود یہ ہے کہ گواہی میں اصل (مرد کی طرح) ایک عورت ہے، دوسری کی حیثیت (الگو ضرورت پڑے تو) یاد دلانے والی کی ہے ورنہ پہلی عورت اگر شہادت نہ بھولے تو اس کی شہادت کافی ہے۔ جبکہ دوسری تفسیر کا مقصود یہ ہے کہ ایک شہادت کی تکمیل دونوں عورتوں سے مل کر ہوگی۔ اکیلی کی شہادت ناقص ہے گی جو تنہا شہادت نہیں ہے بلکہ دونوں کی مل کر ایک شہادت ہے۔

مزید وضاحت ملاحظہ ہو، آپ لکھتے ہیں:

”مذکورہ، جب تک شاہدہ کے ساتھ نہ ہو تو ایسی شاہدہ کی شہادت قابل قبول نہیں۔ شاہدہ ہو یا مذکورہ، ان کا واقعہ سے پوری طرح باخبر ہونا لازمی امر ہے۔ دونوں مل کر شہادت کو مکمل کریں گی!“

(مسئلہ شہادت اور مدیر محدثؒ حوالہ مذکور)

— لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ پہلے مضمون میں آپ کو یہ اصرار بھی ہے کہ:

”ساتویں بات یہ ہے کہ اگر شہادت دہندہ عورت شہادت کے کسی اہم

حصہ کو بھولے یا غلطی کرے، جس سے حق ثابت ہوتا ہو، نسیان یا غلطی

کے بعد پہلی کی شہادت متاثر نہ ہوگی!“

— ملاحظہ فرمایا آپ نے، جو شے تعاقب میں کس طرح تضاد کا شکار ہو رہے ہیں۔

۳۔ دونوں عورتیں گواہ ہیں۔ دونوں شاہدہ ہیں۔ دونوں کی شہادت اپنی اپنی جگہ

شہادت ہے تاہم دونوں کی شہادت مل کر ایک مرد کی شہادت کے برابر ہوگی!

چونکہ مذکورہ بالا تینوں تفسیریں مسئلہ شہادت میں عورت مرد کی برابری یا عدم مساوات

کی بحث میں وارد ہوئی ہیں، اس لیے ان تینوں میں زیر بحث نصاب شہادت اور نصاب

شہادت میں عورت کی حیثیت ہے۔ نہ کہ شہادت کی کیفیت! — لہذا زیر بحث موضوع

کی مناسبت سے صحیح موقع تیسری تفسیر ہے جسے ہم نے محدثؒ کے شمارہ اپریل ۸۳ء کے

ایک آرٹیکل میں اختیار کیا ہے اور جو اس عنوان سے ہی ظاہر و باہر ہے:

”قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشَمَادَةٌ

(مُتَرَاتِبِينَ تَعْدِلُ شَمَادَةٌ وَجِلٌّ)“ (صحیح مسلم)

”پس دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے!“
یعنی دونوں عورتیں شاہدہ بھی ہیں اور دونوں کی شہادت مل کر ایک مرد کی شہادت کے برابر بھی ہے۔ یوں بھی کہ دونوں میں سے ہر عورت کی شہادت توبہ لیکن مرد کی نصف شہادت جیسی۔ جو اس فرمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترجمہ ہے:

”الَّتَيْنِ شَهِدَا عَلَى الْمَرْأَةِ مِثْلَ نَفْسٍ شَهِدَتْ عَلَى الرَّجُلِ“
”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا ایک عورت کی شہادت ایک مرد کی نصف شہادت جیسی نہیں؟“
صحابیاتؓ نے اعتراف کیا:

”بلی!“

”کیوں نہیں (اے اللہ کے رسول!)“

ہمارا موقف واضح ہے کہ ہم مساوات مرد و زن کے مغربی نظریہ کی حمایت پر تعاقب کرتے ہوئے نصاب شہادت میں عورت کی حیثیت پر بحث کر رہے ہیں۔
— ہماری بحث شہادت کی کیفیت سے نہیں اور نہ وہ موضوع بحث ہے! —
قرآن مجید کی متذکرہ بالا آیت نصاب شہادت کے بارے میں نص ہے کیونکہ آیت میں معاملہ قرض کی کتابت کی بات ہو رہی ہے جس پر گواہ بناتے وقت دو مردوں کو گواہ بنانے کا بیان ہے اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کی قبادل صورت کا ذکر ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ موقع گواہی دینے کا نہیں، گواہ قرار دینے کا ہے۔ — ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ ہو:

”وَأَسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رَجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ“

کہ ”دو مردوں کو گواہ قرار دو، پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں کو، ان میں سے کہ تمہارے پسندیدہ گواہ ہیں!“

جب آیت بالا کا تعلق ہی کتابت اور گواہ مقرر کرنے سے ہے تو مسئلہ یہی زیر بحث ہے کہ دو مردوں کی عدم موجودگی میں جو اصل نصاب شہادت ہیں، اب ایک مرد اور دو

عورتیں نصاب شہادت ہوں گی۔۔۔ اور قرآن مجید کے الفاظ ”مِثْقَ ثَرْوَتَيْنِ مِنَ الشَّيْءِ“ سے ظاہر ہے کہ دونوں عورتیں شاہدہ ہوں گی، خواہ ایک کی شہادت کا معیار مرد کی نصف شہادت ہو۔۔۔ پھر ”أَنْ تَصْنَعَ أَحَدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ أَحَدَاهُمَا الْاُخْرٰی“ کے الفاظ سے دو عورتوں کو ایک مرد کے قائم مقام رکھنے کا وجہ بیان کی گئی ہے کہ ان میں سے ایک کے بھٹکنے پر دوسری تذکار کا کام کرے گی۔ واضح ہے کہ یہ ایک مرد کی بجائے دو عورتوں کو گواہ قرار دینے کی علت ہے، نہ کہ کسی ایک کے شاہد اور دوسری کے مذکورہ بتانے کی تعیین یہاں مقصود ہے! اپنے تعاقب میں صاحب مضمون عورتوں کی تعداد (نصاب شہادت) کی واحد علت (أَنْ تَصْنَعَ أَحَدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ أَحَدَاهُمَا الْاُخْرٰی) کو قرار بھی دے چکے ہیں، گویا وہ خود تسلیم کر چکے ہیں کہ یہاں بحث نصاب کی ہے کیفیت شہادت کی نہیں۔ (محدث جلد ۱۳ ص ۸۰)

بعض مفسرین نے اگرچہ یہاں فقہی بحث کرتے ہوئے دونوں کو شاہدہ اور دونوں کو مذکورہ قرار دیا ہے۔ لیکن یہ بحث نص (سیاق آیت) سے اصنافی چیز ہے جبکہ اصل نص (نصاب شہادت) میں ضلال و تذکار دو عورتوں کو ایک مرد کے قائم مقام کرنے کی علت ہے۔۔۔ ملاحظہ ہو فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۲، احکام القرآن ابن العربي ج ۱ ص ۲۵۶۔۔۔ اور ہماری اس بات کی تائید خود بزرگ موصوف نے احادیث سے بھی بطور

نص کی ہے۔۔۔ ملاحظہ ہو مضمون ”مسئلہ شہادت اور مدیر محدث“۔ (محدث ص ۱۳) خلاصہ یہ کہ آیت مذکورہ بالا اور دونوں حدیثوں سے نصاب شہادت میں صحیح موقوف حسب ذیل ہے:

- ۱۔ دو مرد نہ ہونے کی صورت میں ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنایا جاسکتا ہے۔
- ۲۔ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہوگی۔
- ۳۔ ایک عورت کی گواہی مرد کی نصف گواہی جیسی ہوگی۔
- ۴۔ ایسی صورت میں ہر عورت شاہدہ ہے یعنی مکمل نصاب میں اس کی گواہی ایک شہادت شمار ہوگی۔ ایسا نہیں کہ جب تک دوسری عورت کی شہادت ساتھ شامل نہ ہو تو پہلی کی گواہی شہادت ہی شمار نہ ہو۔

اگرچہ علماء نے شہادت کی جو (اضافی) کیفیت واضح فرماتی ہے، اس کی رو سے

دونوں ایک وقت میں اکٹھی شہادت دیں گی، دونوں کے شاہدہ ہونے کے باوجود صورت شہادت ایسی ہوگی کہ باہمی یاد دہانی ہوتی رہے۔ بالضرر اگر دو مردوں کو اکٹھے کر کے اس طرح بیان لیا جائے تو وہ دونوں اکٹھے بیٹھ کر اپنے بیان سے ایک دوسرے کو یاد دہانی کا کام بھی کریں گے لیکن یہ نہیں ہوگا کہ اس طرح سے دونوں کی شہادت علیحدہ شہادت شمار نہ ہو۔ گویا دو عورتوں کے اکٹھے مل کر شہادت دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر عورت کی علیحدہ شہادت نہ ہو اور دونوں کا بیان مل کر شہادت مکمل ہو۔

فانہم وتدربرا

الغرض آپ نے دیکھا کہ عورت کو مرد کے برابر مقام دینے کی ناکام کوشش میں عورت اپنے مقام سے بھی گر گئی، یوں کہ اس کی شہادت اکیلے شہادت ہی نہ رہی بلکہ ”دونوں مل کر شہادت کو مکمل کریں گی“۔ یا یوں بھی کہ عورت کی محبت میں عقلمند مرد کی عقل یوں جاتی رہی کہ عورت کو عمر کے برابر کرنے کے شوق میں اس کے اپنے مقام سے بھی محروم کر دیا۔ اس سے اکیلے شاہدہ ہونے کا حق بھی چھین لیا۔

سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے،

”مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتٍ عَقْلٍ قَدْ دَرَيْنَ أَذْهَبَ لِلْبَيِّنَاتِ
التَّحِيلِ الْحَازِمِ مِنْ أَحَدَاكُنَّ“

کہ ”میں نے نہیں دیکھا کہ باوجود عقل درین کے نقصان کے، عقلمند مردوں کی سنت مارنے والی تم (عورتوں) سے بڑھ کر کوئی ہو!“

(محدث اپریل ۸۳ء ص ۸۳، بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

شہادت کی تعریف اور تکمیل:

چونکہ تعاقب کرنے والے بزرگ قرآن مجید میں دو عورتوں کے نصاب شہادت کے بیان میں ”مِنْ الشَّيْءِ ذَكَرَ“ کے لفظ سے پریشان ہیں کہ اس لفظ سے ہر عورت کی شہادت (نہ دونوں کے مل کر ایک شہادت) ثابت ہوتی ہے اس لیے انہوں نے مذکورہ کو بھی من وجہ تباہہ کا نام دینے کے لیے شہادت کی ایک نئی تعریف گھڑی ہے کہ مشاہدہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے، اس کو بیان کرنے کا نام شہادت ہے۔ حالانکہ یہ تعریف

غلط ہے۔ مثلاً ہم اللہ تعالیٰ کے واحد الہ ہونے کی شہادت دیتے ہیں جو مشاہدہ سے نہیں دجی سے ہے۔ گویا ان کے نزدیک ہمارا کلمہ شہادت ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کلمہ شہادت نہیں ہے۔

پھر کئی کے شاہد ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ واقعہ کو مکمل طور پر بیان کرے، بلکہ واقعہ کا کوئی ایک جز بیان کرنا بھی شہادت ہے، اس لیے یہ تصور کہ دونوں مل کر ایک شہادت کو مکمل کریں گی غلط ہے۔ بلکہ اگر دونوں شہادت کا ایک جز دہی حصہ بیان کرتی ہیں تو پھر بھی ہر ایک شاہدہ ہے۔ جو اگر شہادت کے عملی انداز سے واقف ہیں، ان کے ہاں یہ بات معروف ہے۔ دراصل تعاقب کرنے والے بزرگ بحث کو انداز شہادت کی طرف لے جاتا تو اس لیے چاہتے ہیں کہ ایک کو شاہدہ، دوسری کو مذکورہ ثابت کر سکیں حالانکہ اس سے دونوں کا شاہدہ ہونا ثابت ہو رہا ہے جو ہمارے موقف کی تائید ہے۔ واضح رہے کہ صاحب موصوف نے اپنے تعاقب کے آخر میں احادیث کے عنوان سے جب احادیث کو نصاب شہادت پر نص قرار دیا ہے تو ہمارا موقف نہ صرف خود تسلیم کیا ہے بلکہ اسے سب کے نزدیک متفقہ مسئلہ قرار دیا ہے گویا نصاب شہادت کی بحث میں موصوف اب ہم سے متفق ہو گئے ہیں اور یہی موضوع بحث تھا۔ شہادت کی کیفیت کی بحث ہم نے شروع ہی نہ کی ہے۔ ہمیں اس بحث میں خواہ مخواہ الجھایا جا رہا ہے اور ہمارا موقف وہ قرار دیا جا رہا ہے جس کے ہم قائل نہیں۔

۱۔ صاحب موصوف نے تکمیل شہادت کے سلسلے میں ماضی قریب کے دو بزرگوں کی عبارت سے بھی دھوکا کھایا ہے، حالانکہ تکمیل شہادت اور عورت کی مستقل شہادت میں مغافات نہیں ہیں اس لیے کہ عورت کی مستقل شہادت کے معنی یہ ہیں کہ ہر عورت کا شمار شاہدہ کے طور پر ہوگا اگرچہ مقدمہ میں اسے شہادت کی تکمیل نہیں قرار دیا جاسکتا کیونکہ شہادت کی تکمیل کے معنی یہ ہیں مزید شہادت کی ضرورت نہیں، حالانکہ صرف ایک مرد یا متبادل دو عورتوں کی شہادت کو مقدمہ میں شہادت کی تکمیل نہیں کہا جاسکتا بلکہ شہادت اس وقت مکمل سمجھی جائے گی جب گواہ نصاب شہادت کو پہنچ جائیں۔ استاذ احمد مصطفیٰ المراحی اور مولانا اشرف علی تھانوی کی عبارتوں میں شہادت کا مضمون مکمل ہو جانے کے یہی معنی ہیں۔ فتدبر ولا تعجل!

ہمارا موقف اور اس کی غلط تعبیر:

”محدث“ اپریل ۸۳ء میں ہم اپنا موقف ان الفاظ میں بیان کر چکے ہیں:

”سوال یہ ہے کہ.....“

.....حکمت و مصلحت خواہ کچھ بھی ہو، شہادت کا انداز خواہ

کوئی ہو، اس مذکورہ نصاب میں کچھ کمی بیشی ممکن ہے؟“ (ص ۳)

گویا ہمارا موضوع بحث نصاب ہے، انداز شہادت نہیں، جبکہ ہمارا تعاقب کرتے ہوئے سب سے پہلے ہمارا موضوع بحث نصاب شہادت کی بجائے انداز شہادت قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ اس بہانہ سے بحث کو الجھایا جاسکے۔

علاوہ ازیں، انداز شہادت میں ہمیں اس موقف کا قائل قرار دینے کی کوشش بھی کی گئی ہے کہ:

”ہر دو عورتیں الگ الگ شہادت دیں گی!“

حالانکہ یہ دونوں چیزیں علیٰ رؤس الاشهاد ہمارے موقف کی غلط تعبیر ہیں۔ ہم انداز شہادت کی بحث نہیں کر رہے اور نہ عورتوں ہی نے، انداز شہادت سے پریشان ہو کر بارس نکالے تھے بلکہ وہ مرد و زن کے مخریٰ فقہ پر دراد رہے۔ باکانہ مسادات کے تصور کی حمایت میں مظاہرہ کرنے اٹھی تھیں، جن کو دلا سے دینے کے لیے وہ مضمون لکھا گیا جس پر تبصرہ کرنے کی سعادت ہمیں نصیب ہوئی!

اور نصاب شہادت پر بحث کرتے ہوئے بعض جگہ اپنے اسی مضمون میں ہم نے واضح طور پر یہ اظہار کیا ہے کہ دو عورتیں اکٹھی گواہی دیں گی۔ ملاحظہ ہو ”محدث“ اپریل ۸۳ء ص ۶:

”ہاں اگر دو مرد نہ ملیں تو پھر بغرض سہولت ایک مرد اور دو عورتیں مل کر گواہی دیں گی!“

قارئین کرام، آپ نے ملاحظہ فرمایا، کہ ہمارے مضمون میں صراحتاً یہ بات موجود ہے کہ دو عورتیں گواہی مل کر ہوگی جبکہ ہمارے تعاقب میں ساری بنیاد ہی ہمارا یہ موقف قرار دے کر رکھی جا رہی ہے کہ:

”مذکورہ محدث کا موقف یہ ہے کہ ہر دو عورتیں الگ الگ شہادت

دیں گی!“

ع ناطقہ سر بہ گریاں ہے اسے کیا لھٹے!

جب بنیاد ہی درست نہیں تو اس بنیاد پر ہمارا تعاقب کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا اس سے یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ صاحب مضمون کو ہم پر محض یہ غصہ ہے کہ ہم نے ان کے مضمون پر تبصرہ کیوں کیا ہے؟ پس اس موقع پر ہم ان کی ترجمہ اس فرمان الہی کی طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں کہ:

”وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی!“

”کسی قوم سے دشمنی تمہیں اس بات پر مجبور نہ کر دے کہ تم انصاف سے ہاتھ دھو بیٹھو، (نہیں بلکہ) عدل کرو، یہی بات تقویٰ کے بہت زیادہ قریب ہے!“

ائمہ تفاسیر اور عورت کی شہادت:

ہم نے سطور بالا میں جو موقف آیت شہادت کی تفسیر کے بارے میں اختیار کیا ہے تقریباً جملہ مشہور ثقہ تفاسیر میں یہ موقف اختیار کیا گیا ہے۔ اور جو ہم متذکرہ بالا تین تفسیریں درج کر کے تیسری تفسیر کو راجح قرار دے چکے ہیں کہ دونوں عورتوں میں سے ہر عورت شاہدہ ہے اور دونوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے لیکن چونکہ اس کے برعکس ہمارا تعاقب کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ قریباً تمام ائمہ تفسیر نے اس موقف کی تردید کی ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ائمہ تفسیر کا موقف واضح کر دیا جائے، تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ کیا موقف رکھتے ہیں اور وہ کس تفسیر کی تردید فرما رہے ہیں۔ ہم پہلے بھی یہ نشاندہی کر چکے ہیں کہ تفسیر ابن کثیر کی ایک عبارت سے تعاقب کرنے والے کو شدید مغالطہ ہوا ہے لیکن جو ش تعاقب میں ہمارا نقطہ ان کی سمجھ سے بالا رہا ہے، اس لیے چاہتے ہیں کہ موصوف کو ان کی غلطی کی وجہ حصول کر بتادیں۔ حافظ ابن کثیرؒ کی مکمل عبارت ہم اپنے تبصرہ میں نقل کر چکے ہیں اب اس کے متعلقہ حصوں کا اعادہ کریں گے:

”وَإِنَّمَا أُقِيمَتِ الْمَرْأَتَانِ مُقَامَ الرَّجُلِ لِنُقْصَابِ عَقْلِ الْمَرْأَةِ وَمَنْ قَالَ إِنَّ شَهَادَتَهَا مَعَهَا تَجْعَلُهَا كَشَهَادَةِ ذَكَرٍ فَقَدْ أَبْعَدَ وَالصَّحِيحُ الْأَوَّلُ - وَاللَّهُ أَعْلَمُ!“

”اور دو عورتیں ایک مرد کے قائم مقام صرف عورت کی عقل کے نقصان کی وجہ سے بنائی گئی ہیں“ دھرم حافظ ابن کثیرؒ نے صحیح مسلم کی ایک حدیث جس میں عورت کی عقل کے نقصان کی دلیل یہ دی گئی ہے کہ ”دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے۔“ اور یہی ہمارے تبصرہ کا عنوان بھی ہے۔ لکھ کر کتابت و ثقیقہ اور اندراج گو اہان کی مکمل کی ہے، جس کے بعد ایک تفسیر جو امام سفیان بن عیینہ اور ابو عمرو بن علاء سے منقول ہے، ذکر کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ”اور جس نے کہا کہ دوسری عورت کی شہادت پہلی عورت کی شہادت کے ساتھ مل کر اسے مذکر کی شہادت کی طرح بنا دے گی، اس نے دُور کی بات لہی ہے جبکہ صحیح پہلی تفسیر ہے۔ واللہ اعلم!“

یعنی ابن کثیرؒ کے ہاں وہی تفسیر صحیح ہے جو پہلے مذکور صحیح حدیث (مسلم) سے ثابت ہو چکی ہے کہ شہادت میں دو عورتیں ایک مرد کے قائم مقام ہیں۔ قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ ابن کثیرؒ نے اس وضاحت کے ساتھ ہماری بیان کردہ تفسیر کی تائید فرماتی ہے، لیکن صاحب موصوف مر جوح تفسیر کو سرسری نظر سے دیکھنے کی وجہ سے اس کی اصلیت سمجھنے میں غلطی سمجھا گئے ہیں۔

_____ گہری توجہ نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ انہوں نے ”كشَمَادَة ذَكَرٍ“ کی بجائے ”كشَمَادَة رَجُلٍ“ کے الفاظ نقل فرمائے ہیں۔ اور اس حدیث کی غلطی وہ تسلیم بھی کرتے ہیں۔ لیکن اس سے مفہوم میں جس بڑی تبدیلی کا وہ شکار ہوتے ہیں اس کا استدراک وہ ابھی تک نہ کر سکے ہیں، جبکہ جذباتیت اور اوایلا کا طعنہ ہمیں دے رہے ہیں۔ اب ہم موصوف کے لیے اس لفظ کی تبدیلی سے جو بڑا تغیر اور شدید غلط فہمی پیدا ہوئی ہے، اس کو تفصیلاً بیان کرتے ہیں:

سفیان بن عیینہ اور ابو عمرو بن علاء وغیرہ کی جس تفسیر کا رد ابن کثیر وغیرہ کر رہے ہیں، اس میں اصل اہمیت ”ذکر“ مادہ سے لغوی مراد کی ہے، جو ”رجل“ سے متعلق نہیں ہے کیونکہ جن لوگوں نے ”ذکر“ جس سے ”تذکرہ“ ماخوذ ہے مراد مذکر بنانا لیا ہے، انہوں نے تفسیر یوں کی ہے کہ شہادت میں دو عورتوں کو اس لیے جمع کیا گیا ہے کہ دوسری عورت پہلی عورت کو مذکر بنا دے گی۔ یعنی دونوں کی مجموعی شہادت مذکر کی شہادت جیسی یا اس کے بمنزلہ ہوگی۔ گویا ہر ایک کی گواہی شہادت ہونے کی بجائے دونوں کی مجموعی گواہی شہادت ہوگی جو بمنزلہ ایک مرد کی شہادت کے ہے۔ غور فرمائیے، کیا یہ وہی تفسیر نہیں ہے جس کو موصوف نے اب دوسری انتہاء کے طور پر اختیار کر لیا ہے۔ اور جسے امام شوکانی نے اپنی تفسیر میں واضح کر کے اس کی تردید بھی باں الفاظ فرمائی ہے:

وَقَالَ سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ: مَعْنَى قَوْلِهِ (فَتَذَكَّرُ أَحَدَهُمَا الْأُخْرَى) تَصَيَّرَهَا ذَكَرًا، يَعْنِي أَنَّ مَجْمُوعَ شَهَادَةِ الْمَرَاتَيْنِ مِثْلُ شَهَادَةِ رَجُلٍ وَاحِدٍ - وَرُبِمَا نَحْوُهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَدَاءِ - وَلَا شَكَّ أَنَّ هَذَا بَاطِلٌ لَا يَدُلُّ عَلَيْهِ شَرْعٌ وَلَا لُغَةٌ وَلَا عَقْلٌ!

”سفیان بن عیینہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ”فَتَذَكَّرُ أَحَدَهُمَا الْأُخْرَى“ کا معنی یہ ہے کہ دوسری عورت پہلی عورت کو مذکر میں تبدیل کر دے گی، یعنی دونوں عورتوں کی مجموعی شہادت ایک مرد کی شہادت جیسی ہے۔ اسی کی مانند تفسیر ابو عمرو بن علاء سے بھی منقول ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تفسیر از روئے شرع اور لغت و عقل باطل ہے!“

لہ تفسیر کشاف میں امام لغت زمخشری نے اس تفسیر کا مفہوم اور رد یوں کیا ہے:

”وَمِنْ بَدْعِ التَّفَاسِيرِ فَتَذَكَّرُ فَتَجْعَلُ“

ملاحظہ فرمایا آپ نے، کیا امام شوکانی واضح طور پر اس تفسیر کا رد نہیں کر رہے جو صاحب موصوف نے اپنا موقف تبدیل کر کے اب اختیار کر لی ہے اور جسے وہ بزعم خود ہماری تردید نقل کر رہے ہیں؟۔۔۔ حالانکہ اس سے قبل امام شوکانی واضح طور پر وہی تفسیر خود کر رہے ہیں جو ہم نے بیان کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

”وَهَذِهِ الْآيَةُ تَمْلِيكٌ لِإِغْتِبَارِ الْعَدَدِ فِي النِّسَاءِ، أَيْ فَلَيْشَى مَذْرُوعٌ وَتَشْمَكٌ أَمْرَاتٍ عَوَصًا عَنْ الرَّجُلِ الْآخِرِ لِأَجْلِ تَذَكُّيرِ أَحَدَاهُمَا لِلْآخَرَى إِذَا ضَلَّتْ وَأَيُّهَا الْفَاعِلُ فِي تَصَدَّقَ وَتَذَكَّرَ لَا تَ كَلَّا مَنِّي كَمَا يَجُوزُ عَلَيْهِ الْوَصْفَانِ ، فَالْمَعْنَى إِنْ ضَلَّتْ هَذِهِ ذَكَرْتُمَا هَذِهِ ، وَإِنْ ضَلَّتْ هَذِهِ ذَكَرْتُمَا هَذِهِ - لَا عَلَى التَّعْيِينِ“

(فتح القدير، ج ۱ ص ۳۰۲)

کہ ”یہ آیت عورتوں کے نصاب شہادت میں گنتی کی علت ہے۔ یعنی (دو مردوں کی عدم موجودگی میں) ایک مرد اور دو عورتیں، دوسرے مرد کے عوض گواہ بنی جائیں تاکہ دونوں میں سے ایک، دوسری کے بھٹکنے پر تہ کار کا کام کرے۔۔۔۔ پس مراد یہ ہے کہ اگر یہ بھٹکے تو اسے

إِحْدَاهُمَا الْآخَرَى ذَكَرًا يَعْنِي أَيْمَنًا إِذَا اجْتَمَعَتَا كَأَنَّتَا بِمَنْزِلَةِ ذَكَرٍ“

”اور یہی تفاسیر سے یہ ہے کہ قَدْ ذَكَرَا أَحْدَاهُمَا الْآخَرَى“ کا معنی ”تَجَعَّلَا أَحْدَاهُمَا الْآخَرَى ذَكَرًا“ ہو یعنی وہ دونوں عورتیں جب جمع ہو جائیں گی تو بمنزلہ ”مذکر“ ہوں گی“

یہ بھی اس بات کا رد ہے کہ دونوں کی شہادت مل کر ایک شہادت نہیں ہوگی کہ بمنزلہ شہادت مذکر ہو بلکہ ہر ایک کی گواہی مستقل شہادت شمار ہوگی خواہ کیفیت کے اعتبار سے دونوں مذکر ہی ہوں!

وہ یاد کرائے، اور اگر وہ بھٹکے تو اُسے یہ یاد کرائے۔ (شاہدہ اور مذکرہ)
کی تعیین کے بغیر!۔ اور یہی بات ہم نے بھی لکھی تھی۔ دیکھیے محدث اپریل ۲۲ ص ۵۷ (سطر ۱)۔
امام شوکانی کی مذکورہ بالا عبارت سے تین باتوں کی طرف ہم توجہ دلانا مناسب سمجھتے ہیں،

- ۱۔ آیت شہادت نصاب شہادت کے بارے میں نص ہے نہ کہ شہادت کی کیفیت میں۔ واضح رہے کہ یہی موضوع بحث ہے اور یہی ہمارا موقف ہے۔
- ۲۔ تَضَلَّ اور تَذَكَّرَ میں مذکرہ اور شاہدہ کی تعیین نہیں ہے۔ اس اہم کی بنا پر دونوں شاہدہ ہیں اور دونوں مذکرہ!۔ دیکھیے کہ کس طرح ہماری تفسیر کی تعبیر ہو رہی ہے اور ایک کے شاہدہ اور دوسری کے مذکرہ ہونے (جس کو بار بار صاحب مضمون نے دہرایا ہے) کی تردید!
- ۳۔ اَنْ تَضَلَّ اَحَدَاھُمَا فَتَذَكَّرْ اَحَدَاھُمَا الْاُخْرٰی شہادت کی کیفیت کا بیان نہیں بلکہ نصاب شہادت میں ایک مرد کے قائم مقام دو عورتوں کے گواہ بننے کی وجہ بیان ہوئی ہے کہ ایک عورت کے بھٹکنے کا امکان زیادہ ہے اس لیے اس کے ہمزکار کے لیے دوسری کی ضرورت ہے۔ چونکہ بھٹکنے کا امکان دونوں میں عورت ہونے کی وجہ سے ہے، اس لیے دونوں ہی مذکرہ ہیں۔ امام شوکانی نے اس کی مزید وضاحت اسی صفحہ پر بعد میں ”يَقَعُ بَيْنَهُمَا مَتْنٌ اَوْ بَيِّنَةٌ“ (کہ یہ متلا اور تذکار دونوں کے درمیان باری باری ہو گا۔) کے الفاظ سے بھی کی ہے۔ اسی بحث کی رحمت ابو بکر بن العربی نے ”اَنْ تَضَلَّ اَحَدَاھُمَا فَتَذَكَّرْ اَحَدَاھُمَا الْاُخْرٰی“ کے تحت یوں کی ہے:

”فَلَمَّا كَرَّرَ اَحَدَاھُمَا اَفَادَ تَذَكُّرُ الدَّائِرَةِ
لِلْغَائِلَةِ وَتَذَكُّرُ الْغَائِلَةِ لِلدَّائِرَةِ اَيْضًا
لَوْ اِنْقَلَبَتِ الْحَالُ فَيُحْتَمَلُ اَنْ تَذَكَّرَ الْغَائِلَةُ
وَتَغْفُلَ الدَّائِرَةُ وَذَلِكَ غَايَةُ فِي الْبَيِّنَاتِ!“

(احکام القرآن ج ۱ ص ۲۵۶)

”پس جب اللہ تعالیٰ نے ”اَحَدَاھُمَا“ کا تکرار فرمایا ہے تو اس نے

غفلت کرنے والی کو یاد رکھنے والی کے تذکار اور یاد رکھنے والی کو غفلت کرنے والی کے تذکار کا فائدہ دیا۔ اگر ان دونوں میں حالت برعکس ہو کہ غفلت کرنے والی یاد رکھتی ہو، اور یاد رکھنے والی غافل ہو جائے۔ اور یہ انتہائی بیان ہے!“

ابن العزنیؒ نے یہ بات ایک بلاغی نکتے کے طور پر بیان کی ہے۔ امام شوکانیؒ نے یہی بات دوسرے رنگ میں پیش کر دی ہے۔

مذکورہ بالا دونوں تفاسیر میں بظاہر دونوں عورتوں کا شاہدہ اور مذکورہ ہونا بیان ہوا ہے جو ہماری پیش کردہ تفسیر کی واضح تائید ہے، لیکن دونوں مفسروں نے اسے بلاغی اور اضافی نکتہ کے طور پر بیان کیا ہے۔ اگر شہادت کی کیفیت مقصود ہوتی تو وہ شہادت کی تفصیلی کیفیت بھی بیان کرتے۔ بہر صورت یہ موضوع بحث نہیں ہے، تاہم یہ ذکر ہم اس بنا پر کر رہے ہیں کہ صاحب موصوف نے خواہ مخواہ یہاں کیفیت شہادت کا موضوع چھپا دیا ہے۔

یہاں ہم قارئین کو اس بات کی طرف متوجہ کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ اگرچہ وغیرہ جس تفسیر کا رد کر رہے ہیں اور پھر اس تفسیر درات شہادۃً تمّا معما تبجّعلہما گشّما دة ذکر کا جو مفہوم پیش کر رہے ہیں، اس کے سامنے اگر احادیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (”فَشْهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ تَعْدِلُ شَهَادَةَ رَجُلٍ“ اور ”الْيَسْرُ شَهَادَةُ الْمَسِيرَةِ مِثْلُ نَصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ“) رکھ لیں تو واضح ہو گا کہ خود حدیث رسولؐ پیش کر کے اور آیت کو نصاب شہادت میں نص بتا کر یہ مفسرین کبھی بھی احادیث کے مطابق تفسیر کا رد نہیں کر سکتے بلکہ صاحب موصوف کو دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہونے اور دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت جیسی ہونے یا اس کی شہادت کے بمنزلہ ہونے کے فرق کا احساس نہیں ہوا۔ اس لیے دونوں کو ایک ہی مفہوم دے کر دونوں کا رد فرما رہے ہیں جس کی زد حدیث رسول اللہؐ پر پڑتی ہے کیونکہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہر عورت کی گواہی کا شہادت ہونا ظاہر ہوتا ہے، جبکہ مذکورہ بالا مروج تفسیر سے دونوں کا مل کر مرد کی ایک شہادت

جیسا ہونا لازم آتا ہے جو درست نہیں ہے۔۔۔ یہی وہ نقطہ ہے جس کی بناء پر مجرم سے مجرم کو دینے کی توجیہ صاحب موصوف کے ذہن میں نہ آسکی اور فرما رہے ہیں کہ:

”کَشَمَّ سَادَةَ ذِکْرٍ“ کی بجائے ”کَشَمَّ سَادَةَ رَجُلٍ“ کے الفاظ سے کوئی اہم تغیر واقع نہیں ہوا۔

حالانکہ اگر ”رَجُلٍ“ کی بجائے ”ذِکْرٍ“ کے مدار تفسیر ہونے کا پاس رکھتے تو اس بڑے مغالطے کا شکار نہ ہوتے اور نہ ہی اس شکوہ کی نوبت آتی کہ:

”مسئلے ٹھیکیداریہ بتا سکتے ہیں کہ ہم سے کونسا جرم ہوا ہے جس کے انسداد کیلئے جماعت اہل حدیث کے علماء کے دروازوں پر الحذر اور امداد کی دستک دی گئی ہے۔“

۔۔۔ جبکہ اس میں فرمان رسول اللہ کو نظر انداز کرنے کا جرم بھی شامل ہے!

”فتنہ ذکر کی دو تفسیریں اور دو قرأتیں:

”فتنہ ذکر“ کی دو قرأتوں کا مسئلہ اگرچہ موضوع بحث سے براہ راست متعلق نہیں تاہم صاحب موصوف نے علمی برتری کے حصول کے لیے اسے خصوصی اہمیت اور بے سود طوالت دی ہے۔ حالانکہ بحث کی نحوئی یہ ہوتی ہے کہ اسے اصل موضوع تک محدود رکھا جائے۔۔۔ اس سے بہت کر دوسرے موضوعات کو اہمیت دینا دراصل قارئین کو ذہنی طور پر الجھانے کا باعث ہوتا ہے، جو ظاہر ہے کہ اپنے وقت کی کمزوری کے احساس سے ہی اختیار کیا جاتا ہے۔ تاہم اگر انہوں نے یہ بحث چھیڑ ہی دی ہے تو ہم اسے بھی واضح کر کے اس ذہنی الجھاؤ کو دور کرنا چاہتے ہیں:

ائمہ تفسیر اس بات کو بڑی اہمیت دیتے ہیں کہ اگر کسی جگہ تلاوت آیات میں زیادہ قرأتیں ہوں تو ہر قرأت کو علیحدہ علیحدہ معافی پر محمول کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ تفسیر نے ”فتنہ ذکر“ کی (ابو عمرو بن العلاء کی وہ) تفسیر جو ”ذِکْرٍ“ سے ماخوذ کر کے ”فَتْنٌ ذِکْرٍ“ پڑھنے سے کی گئی ہے، اس کی تردید کی ہے۔ چونکہ یہ تفسیر ”فَتْنٌ ذِکْرٍ“ پڑھ کر کی گئی تھی، اس لیے بظاہر یہ اس قرأت کا رد نظر آتا ہے۔ کیونکہ ابو عمرو بن العلاء کا شمار قرأت سبعہ میں ہے اور اس انداز سے بعض قاریوں اور ان کی قرأتوں کا رد جلیل القدر ائمہ سے بھی ملتا ہے، اس لیے اس سلسلہ میں

صاحب موصوف کا۔۔۔۔۔ ذاتی حملوں پر اتر آنا مستحسن قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اگرچہ ہم ایسے ایک طالب علم کاشیوہ یہی ہونا چاہیے کہ وہ درست توجیہ بننے کے باوجود اس بارہ میں اپنی عبارت کے اجمال کی بنا پر اپنی بات پر اصرار نہ کرے کہ ”فَتَذَكَّرُ بِمَا يَظُنُّ غَلَطٌ هُوَ“۔۔۔ حالانکہ ”فَتَذَكَّرُ“ پڑھنا صرف اس صورت میں غلط ہے جبکہ اس کی تذکرہ بالا تفسیر کی جائے مطلقاً غلط نہیں ہے!۔۔۔ اور یہی بات صاحب موصوف بھی اپنے مضمون میں ان ائمہ کی طرف سے بیان فرما رہے ہیں جنہوں نے ”فَتَذَكَّرُ“ قرأت کی تردید کی ہے۔ موصوف کے اپنے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

”اس بنا پر ائمہ تفسیر نے اس قرأت کی تردید کی ہے کہ اس قرأت کی رو سے معنی یہ ہے کہ ہر دو غورقوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت جیسی ہے۔ ائمہ تفسیر میں سے کسی امام نے ”فَتَذَكَّرُ“ تحقیف کے ساتھ قرأت کی مطلق تردید نہیں کی ہے!۔۔۔ فافهم ولا تعجل! واللہ اعلم آخر میں، اگر جان کے امان پائیں تو اس جرأت کی معافی چاہتے ہیں کہ کاش صاحب موصوف نے حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابلے میں اپنی اس ذاتی رائے کے غلطی تسلیم فرمائی جس کے کوئی توجیہ ممکن نہیں۔ اس لیے کہ غلطی کو غلط ماننے سے سر بلند ہی ملا کرتی ہے۔ غلط پڑانا علماء کا کام نہیں۔۔۔ بالخصوص مسلمان رسول اللہ کو بلا حیل و محبت تسلیم کرنا ہی دینی اور اخروی سعادتوں کا ضامن ہے۔ ویسے بھی عصمت صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے، علماء کو نہیں!۔۔۔ یہ بات، جتنی جلدی وہ سمجھ جائیں گے اسی قدر فائدے میں رہیں گے۔۔۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین! ارام اللہ ساجد